# تبرکات کی تعظیم


خلیفۂ اعلیٰحضرت صدر الافاضل
مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
رحمۃ اللہ علیہ



عطار پبلیکیشنز
جامع مسجد غوثیہ
۳۷۔ ڈی۔ لانڈھی کراچی

تبرکات کی تعظیم و تکریم پر لاجواب کتاب

# آدابُ الاخیار

فی

# تعظیمُ الاٰثار

مُصنّف

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت صدر الافاضل

مولانا سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہمدانی ذخیرہ کتب

ناشر

عطّار پبلیکیشنز

جامع مسجد غوثیہ ۳۷-ڈی لانڈھی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

آثار مبارکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق اس فقیر کے پاس غلام دستگیر خاں صاحب (سکریٹری جمیعت بیداہل السنہ جنوبی ہند) کا ایک استفتا معسکر بنگلور سے آیا۔ اس میں دو فریقوں کے خیالات اور دلائل زید و عمرو کے عنوانوں سے تحریر ہیں۔ آخر میں زید کے دلائل کا رد کیا گیا ہے۔ اور مستفتی نے دریافت کیا ہے۔ کہ ان آثار کا شرعاً کیا حکم ہے۔ اور فریقین کے دلائل کا کیا حال ہے۔ اس کے ساتھ ہی فقیر کے پاس چند رسالے اور فتوے پہنچے جن میں مسئلہ مذکورہ کے متعلق بحث ہے۔ ان میں مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمیعت علما دہلی اور سید سلیمان ندوی اور نائب مفتی دیوبند اور مولوی محمد مہتمم مدرسہ عربیہ دہلی اور بہت سے اصحاب کی تحریریں ہیں۔

ان تحریروں میں باہم بہت زیادہ شدید اختلاف ہیں۔ کوئی صاحب تو آثار کی تعظیم کے ہی مخالف ہیں اور اس کو آثار پرستی کہکر بت پرستی میں داخل کرتے ہیں اُنکے نزدیک تو وہ کروروں مسلمان جو آثار مبارکہ کی تعظیم و توقیر اور عزت و حرمت کرتے ہیں۔ دائرہ اسلام ہی سے خارج اور مشرکین میں داخل ہیں۔

اور بعض آثار کی تعظیم تو جائز کہتے ہیں مگر جو طریقے تعظیم کے مسلمانوں میں رائج ہیں اُن کو غلو کہکر ناجائز بتاتے ہیں۔ اور بدعت ٹھہراتے ہیں۔

اور بعض زمانہ موجود میں جو تبرکات پائے جاتے ہیں۔ ان کو نقلی جعلی جھوٹے کہکر مسلمانوں کو ان سے روکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی اختلاف ہیں اور وہ اس حد پر ہیں کہ یہ مفتی صاحبان آپس میں بھی نہیں سلجھ سکتے۔

اس فقیر سے چونکہ اس معاملہ میں حکم شرع بیان کرنے کی درخواست کی گئی

ہے۔ اس لئے بعونہ تعالیٰ وکرمہ جو تحقیق ہے۔ وہ گذارش کرتا ہوں۔

پہلے استفتا نقل کیا جائے گا۔ اس کے بعد جواب ہوگا۔ اس کے ضمن میں مفتی صاحبان کی اغلاط کو بھی واضح کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ اور کجروی سے بچائے۔ اور اصحاب ضلال کے دام تزویر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

المعتصم بحبله المتین

العبد

محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہٗ

صفر سنہ ١٣٦٠ھ

# الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان و شرع مبین اس مسئلہ میں کہ یہاں بنگلور میں چند مساجد اور کئی گھروں میں آثار شریف کی عام نمائش کیجاتی ہے۔ اور ان آثاروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب سمجھ کر ان کی بہت کچھ عزت و تکریم اور احترام کیا جاتا ہے۔ جس کی یہ صورت ہوتی ہے۔ کہ آثار عموماً جو ایک بال ہوتا ہے۔ چاندی وغیرہ کی نلکی میں رکھ کر اس پر غلاف در غلاف چڑھا کر ایک صندوق میں رکھا جاتا ہے۔ یہ آثار چند مساجد اور کئی گھروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ ربیع الاول میں ان مساجد اور گھروں کو خوب آراستہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان آثاروں کو نعت اور قصائد مدحیہ پڑھتے ہوئے بصد احترام کھولا جاتا ہے۔ مساجد میں عموماً مردوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور گھروں میں عموماً بوقت شب مستورات کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور ساری رات مستورات قصائد وغیرہ پڑھتی ہیں (نیز مستورات سے نذرانہ بھی لئے جاتے ہیں) بعد دیگر زائرین کمربستہ بڑے ادب و احترام کے ساتھ آکر اس آثار کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور اس کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اور بعض لوگ آثار کی طرف دست بستہ کھڑے ہو کر یا ہاتھ اٹھا کر دعا بھی مانگتے ہیں۔

پس آنجناب سے التماس ہے کہ زید و عمرو کے مندرجہ ذیل دلائل پر تنقید و تبصرہ فرماتے ہوئے واضح دلائل شرعیہ سے جواب تحریر فرمائیں۔ کہ ان آثاروں کی زیارت و عزت کرنا جائز ہے۔ یا ناجائز؟ کیونکہ یہاں مسلمانوں میں دو متضاد خیالات کے لوگ موجود ہیں ایک زید کے ہم خیال جو ان آثاروں کے حامی ہیں اور ان آثاروں کے مخالفوں پر توہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان

میں محبت رسول اکرم ہی نہیں۔ دوسری طرف عمرو کے ہم خیال ہیں۔ جو آثار پرستوں کو بدعتی اور گمراہ تصور کرتے ہیں اور ان آثار کی زیارت اور نمائش کرنا جائز سمجھتے ہیں

**زید کے خیالات اور دلائل** { زید کہتا ہے آثار مبارک کی زیارت و عزت کرنا نہ صرف جائز بلکہ موجب ثواب عظیم ہے

اور جو شخص ان آثار کی عزت اور زیارت نہیں کرتا۔ وہ دائرہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہے جس کے دلائل یہ ہیں۔

**دلیل اول:۔** یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار ہیں جن کی نسبت حدیث شریف میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ جس نے میری یا میرے جز کی زیارت کی تو مجھ پر اس کی شفاعت واجب ہو گئی۔

**دلیل دوم:۔** تاریخ اور سیر سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن وغیرہ ہوتے تھے جن کو وہ بصد احترام اپنے پاس رکھتے تھے پس جس کام کو صحابہ کرام نے کیا ہو۔ اس سے ہمیں کیوں روکا جاوے۔

**دلیل سوم:۔** قرآن شریف اور تفاسیر میں ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس ایک تابوت ہوتا تھا۔ جس میں انبیاء سابقین علیہم وعلیٰ نبینا التحیۃ والتسلیم کے آثار ہوتے تھے اس تابوت سے بنی اسرائیل کی تسکین اور تسلی ہوتی تھی یہاں تک کے بنی اسرائیل اس تابوت کو جنگوں میں بھی ساتھ رکھتے تھے اور اس کی برکت سے کامیاب ہوتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدس اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان کی زیارت و تکریم کرتے ہیں اور شرعاً اس کی کوئی ممانعت بھی نہیں

**عمرو کے خیالات اور دلائل** { عمرو کہتا ہے کہ ان آثار کی زیارت کرنا اور عزت و تعظیم بجالانا شرعاً ناجائز اور بدعت

ہے کیونکہ باقاعدہ ثبوت ہی نہیں کہ یہ آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور جب باقاعدہ ثبوت نہیں تو ایسے آثار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا گناہ عظیم ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے۔ کہ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ فِی النَّارِ ۔ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا۔ پس اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیا۔ اب بغیر تحقیق کے کسی آثار کی صرف اس لئے عزت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب ہے۔ یہ بھی اس حدیث شریف کے وعید کا مستحق بنتا ہے۔ بلکہ اگر اس قاعدہ کو مان لیا جاوے تو اسلام کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ کہ حضور علیہ السّلام کے نام سے کئی ناجائز احکام کی اتباع اور غلط چیزوں کی تعظیم کرائی جائے۔ حضور علیہ السّلام کی ذات پر اس سے بڑھ کر اور کیا بہتان عظیم ہوگا۔ خدا معلوم کس کے بال ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی کی طرف منسوب کر کے اُن کی عزت و تکریم کی جاتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مفروضہ بشارتوں کی بنا پر کسی کو دیوار میں یا شربت میں بال مل جاتا ہے تو اس بال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے اس کی نمائش اور عزت و تکریم کی جاتی ہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک صحابہ کرام بطور آثار رکھتے تو آج وہ موئے مبارک مکہ مبارک اور مدینہ میں موجود ہوتے حالانکہ وہاں ان موئے مبارک کا نام و نشان تک نہیں اور نہ ممالک اسلامیہ میں یہ آثار اس کثرت سے ہیں جیسا کہ بنگلور میں ہیں پنجاب و سندھ کے پورے دو صوبوں میں صرف روڑھی (سندھ) میں ایک موئے مبارک بتایا جاتا ہے اور یو۔ پی۔ سی۔ پی۔ دہلی وغیرہ میں صرف ایک مقام یعنی کہ دہلی کی جامع مسجد میں کچھ آثار موجود ہیں اور کہا جاتا ہے۔ کہ شاہان اسلام نے بصرف زر کثیر اور بے انتہا کوشش سے انکو حاصل کیا تھا۔ پھر بھی محققین علمائے اہل السنت والجماعت کو شبہ ہے کہ آیا واقعی

وہ آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں۔ بنگلور میں ان بالوں کی بہتات اور کثرت ہی صاف شہادت دے رہی ہے۔ کہ یہ بال جھوٹے اور جعلی ہیں اور صرف گھرانے کی شہرت اور پیٹ پالنے کے ذرائع ہیں۔

## زید کے دلائل کی تردید

(۱) دلیل اوّل کی تردید: زید نے جو حدیث پیش کی ہے۔ کہ جس نے میری یا میرے جز کی زیارت کی تو اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہو گئی اس مضمون کی تمام حدیثیں ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں صحیح احادیث میں اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔

۲۔ دلیل دوم کی تردید: بیشک بعض روایات اور تواریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض صحابۂ کرام کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن اور موئے مبارک وغیرہ ہوتے مگر انہی روایات میں یہ بھی ہے کہ ان آثاروں کو انہی صحابۂ کرام کی وصیت کے مطابق ان کے کفنوں سے باندھ کر ان کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا ہرگز ہرگز ثبوت نہیں ملتا کہ صحابۂ کرام ان آثاروں کی نمائش کیا کرتے یا ان آثار کی زیارت کے لئے مسلمانوں کا کوئی اجتماع ہوتا تھا پس نمائش اور اجتماع کا موجودہ طریقہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا نہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں حالانکہ صحابۂ کرام کے پاک دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک محبت اس حد تک تھی۔ کہ صحابۂ کرام اپنا جان و مال تک آپ پر قربان کر دیتے تھے۔ پس جس طریقہ کو صحابۂ کرام نے نہ کیا ہو۔ اس کو کرنا بدعت اور گمراہی نہیں تو اور کیا ہے خصوصاً جعلی اور جھوٹے بالوں کی نمائش اور عزت۔ خدا مسلمانوں کو اس سے بچائے کون مسلمان برداشت کر سکتا ہے۔ کہ کسی اور کے بالوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی کی طرف منسوب کیا جائے۔

۳۔ دلیل سوم کی تردید: قرآن مجید اور تفاسیروں میں بیشک ایک تابوت کا ذکر ہے

جو بنی اسرائیل کے پاس تھا اور وراثتاً انبیاء بنی اسرائیل اور سرداران بنی اسرائیل کو دیا جاتا تھا اور بیشک بنی اسرائیل میں آثار پرستی تھی اور اسی آثار پرستی کا نتیجہ ہے کہ بنی اسرائیل نے انبیاء اور سرداروں کی تصویریں اور بت تک بنوادئے ہیں اسلئے ان پر خدا کی لعنت اور غضب بھی ہے۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو اس قسم کا انبیاء سابقین سے کوئی تابوت دیا گیا ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آثار کا کوئی تابوت اپنے مقدس جانشینوں یعنی صحابۂ کرام کے حوالہ کیا البتہ بوقت وصال الی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید ہی کو مضبوط پکڑنے کی وصیت فرمائی ہے اور بس۔ خدا تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کے لئے قرآن مجید ہی کو شفا اور رحمت قرار دیا ہے غرض مسلمان اگر تسکین اور شفا و برکت اور راحت حاصل کر سکتے ہیں تو وہ صرف قرآن مجید ہی سے حاصل کر سکتے ہیں مسلمانوں کے پاس قرآن مجید ہی ایک سچا اور واقعی آثار مبارک ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے اور اسی اصلی اور سچے آثار سے ہی مسلمان یہود و نصاریٰ پر غالب بھی آئے ہیں۔ پس مسلمان اس قرآن مجید کی عزت و تکریم جتنی کریں اتنی کم ہے اس کے سوا مشکوک اور جعلی آثار کی عزت و توقیر کرنا یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے تشبہ ہوگا۔ نہ کہ صحابہ کرام کے ساتھ۔

نیز: براہ نوازش تحریر فرمائیں کہ ان آثاروں کی اصلیت اور واقعیت کی تحقیق اس زمانہ میں کس طرح کی جائے۔ فقط

المستفتی

**غلام دستگیر خاں**

سکریٹری جمیعت بیداری اہل السنت و جماعت جنوبی ہند

صدر مقام: ۷۷ آرمسٹرانگ روڈ معسکر بنگلور

مورخہ یکم صفر المظفر ۱۳۵۹ھ ۱۱ مارچ ۱۹۴۰ء

## الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ

# الجواب بعون الکریم الوہاب

زید کا قول بالکل حق اور صحیح اور بجا اور درست ہے کہ آثار مبارکہ کی زیارت و عزت جائز و موجب ثواب عظیم ہے۔ اور جو ان آثار کی عزت نہ کرے وہ حبّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت سے محروم ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ اس پر دلیل پیش کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی تو ذریعہ ایمان اور اصل دین ہے اسی کی بدولت نعمت اسلام و دولت خداشناسی متیسر ہوئی امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی جامع صحیح میں حب الرسول من الایمان کے عنوان سے ایک باب منعقد کیا اس میں دو حدیثیں ذکر کیں ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ اور دوسری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد و اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہوں۔

یعنی دولت ایمان سے وہی سرفراز ہوتا ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام خلق سے زیادہ محبت رکھے۔

وجدان سلیم حاکم ہے کہ محبوب کے تمام افعال و اقوال رفتار و گفتار اوضاع و خصائل ہر ادا اور اس سے علاقہ رکھنے والی ہر شے اور جو چیزیں اس کی طرف منسوب ہوں سب محب کو پیاری اور محبوب ہوتی ہیں اور اس کا جذبۂ محبت ان سب کی قدر و عزت

ادر احترام واکرام کا مستدعی ہوتا ہے اور یہ محبت کی نشانی ہے الیسا نہ ہو تو محبت کا دعویٰ لاف زنی ہے یہی وجہ ہے کہ اُحد شریف کے حق میں جو مدینہ طیبہ کے قریب ایک پہاڑ ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحبنا ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں اہل محبت واصحاب ایمان کے احوال بھی جن میں سے بعض قریب ذکر کئے جائیں گے اس کے شاہد ہیں۔

آثار کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یعنی بنی اسرائیل سے ان کے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) نے فرمایا کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے بقیہ تبرکات ہیں۔ اسکو فرشتے اٹھالائیں گے اسمیں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو۔

یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے انبیاء علیہم السلام میں نسلاً بعد نسل چلا آرہا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد انبیاء بنی اسرائیل میں ایک صاحب سے دوسرے کو پہنچتا رہا پھر بنی اسرائیل میں رہا بنی اسرائیل کو جب کوئی جنگ پیش آتی اور دشمن قوی مقابلہ ہوتا وہ اس تابوت کو آگے رکھتے اور اس کی برکت سے دشمن کا مقابلہ میں فتح طلب کرتے اور ان کی فتح ہوتی وہ مظفر و منصور ہوتے تفسیر خازن میں ہے۔ وکانوا اذا حضروا القتال قدموہ بین ایدیہم ویستفتحون بہ علی عدوھم فینصرون۔

اس تابوت میں کیا تھا ایک چیز تو وہ تھی جس کو قرآن پاک میں سکینہ فرمایا ہے۔ مفسرین کے اس کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں حضرت قتادہ جلالت ووقار سے اس کی تفسیر فرماتے ہیں۔ ربیع رحمت سے عطاء اطمینان قلب سے اور بھی بہت اقوال ہیں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ قیل معناہ فیہ وقار وجلالۃ قال عبد الرزاق عن معمر عن قتادۃ

فِيهِ سَكِينَةٌ اى وقار وقال الربيع رحمة وكذا روى
عن العوفى عن ابن عباس وقال ابن جريج سالت عطاء
عن قوله فيه سكينة من ربكم قال ما تعرفون من آيات الله
فتسكنون اليه وكذا قال الحسن البصرى۔
تفسیر لباب التاویل میں ہے۔ وقال قتادة والكلبى هى فعيلة من السكون اى طمانينة
من ربكم ففى اى مكان كان التابوت اطمانوا وسكنوا اليه وهذا القول اولى بالصحة۔
بہر حال اطمینان قلب ان تمام صورتوں میں حاصل ہے جو مفسرین کے اقوال میں
مذکور ہوئیں۔

دوسری چیز جو اس تابوت میں قرآن کریم نے فرمائی وہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما
السلام کے بقیہ متروکات ہیں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
عصا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس شریف اور
ایک قول میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمامہ شریف اور حضرت کی نعلین شریفین بھی
تھیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ قال عطية بن سعد عصا موسى وعصا هارون و
ثياب موسى وثياب هارون تفسیر لباب التاویل میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے۔ وقيل كان
فيه عصا موسى ونعلاه وعصا هارون وعمامته ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس میں انبیاء علیہم السلام کے تبرکات وآثار
شریفہ تھے اور اس تابوت کے آنے کو قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے لئے سلطنت
طالوت کی نشانی بتایا گیا۔

تفاسیر میں یہ بھی ذکر ہے کہ جب بنی اسرائیل میں فساد آیا اور ظلم ومعاصی
کی کثرت ہوئی تھی تو وہ اس تابوت سے محروم کردئے گئے تھے۔

حضرت شمویل علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں پھر یہ نعمت انہیں ملی۔ اس کی

مومن کو اطمینان ہوجاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تبرکات شرع میں نہایت معظم و محترم ہیں اور ان کو سامنے رکھ کر دعا مقبول ہوتی ہے اور مراد حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر فضل فرماتا ہے اس کو یہ تبرکات میسر آتے ہیں مجمع میں اور برکت حاصل کرنے کے موقعوں پر ان تبرکات کو لایا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید صحابی رضی اللہ عنہ کی کلاہ مبارک جب جنگ یمامہ میں گری تو آپ نے نہایت تیزی کے ساتھ لوٹ کر اس کو حملہ کر کے حاصل کیا اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ ایسا کرنے سے بہت سے لوگ کام آجائیں گے کیونکہ اس کلاہ مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں وکانت فی قلنسوۃ خالد بن الولید شعرات من شعرہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسقطت قلنسوتہ فی بعض حروبہ فشد علیہا شدۃ انکر علیہ اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکثرۃ من قتل فیہا فقال لم افعلہا بسبب القلنسوۃ بل لما تضمنتہ من شعرہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئلا اسلب برکتہا وتقع فی ایدی المشرکین یعنی حضرت خالد بن ولید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کلاہ مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے ایک معرکہ میں وہ ٹوپی گر گئی۔ (قیل ھو فی غزوۃ الیمامۃ فی خلافۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسیم الریاض جلد ۳ ص ۴۳۲) آپ نے نہایت تیزی کے ساتھ لوٹ کر حملہ کر کے اس کو حاصل کیا صحابۂ کرام نے اس واقعہ سے زیادہ آدمیوں کے قتل ہو جانے کے باعث اعتراض کیا آپ نے فرمایا یہ کام میں نے ٹوپی کی وجہ سے نہ کیا بلکہ اس کے اندر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے اس لئے میں نے ایسا کیا تاکہ میں ان موئے مبارک کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور وہ کفار کے ہاتھ نہ آئیں۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

وذلک امر عظیم بخاطر بالارواح لا حبلا نسیم الریاض جلد ۳ ص ۴۴۴
یعنی اس کی برکت سے محروم ہونے کا اندیشہ ایسی بڑی بات ہے جس کے لئے
جانیں خطرہ میں ڈالی جاسکتی ہیں۔
سیرۃ نبویہ میں ہے عن خالد رضی اللہ عنہ قال اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولعلہا عمرۃ الجعرانہ فحلق راسہ فابتدر الناس شعرہ فسبقتہم الی ناصیتہ فجعلتہ
فی ھذہ القلنسوۃ فلم اشعر قتالا وھی معی الا تبین لی النصر رواہ ابو یعلی بلفظ فما وجہت
فی وجہ الا فتح یعنی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ فرمانے کے بعد اور غالباً وہ عمرہ جعرانہ تھا سر مبارک کا
حلق کرایا صحابہ کرام نے موئے مبارک حاصل کرنے میں بڑی کوشش اور جلدی
کی میں نے ان سے سبقت کی اور پیشانی کے موئے مبارک حاصل کرلئے اور
انہیں اپنی ٹوپی میں رکھ لیا اس کی یہ برکت ہوئی کہ جب میں کسی جنگ میں شامل
ہوا اور یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوئی ضرور مجھے فتح مبین حاصل ہوئی ابو یعلی کی روایت میں
یوں ہے کہ جب میں کسی طرف متوجہ ہوا ضرور میری فتح ہوئی۔

اس سے صاف صاف ثابت ہے۔ کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ سے انتہا درجہ کا عشق تھا انہیں
جان کی طرح ساتھ رکھتے تھے۔ سر پر رکھتے ان کی حفاظت کے لئے جانیں خطرہ میں
ڈالدیتے ان سے برکت حاصل کرنے فتح پانے اعداء پر کامیاب ہونے کا اعتقاد
رکھتے اور ہمیشہ اس اعتقاد کے مطابق کامیاب ہونے اور مراد پانے حقیقت میں یہی
اقتضائے محبت ہے اور یہی مقتضائے ایمان۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ
کے بعد جب سر مبارک کے بال جدا کرائے تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی

رغبت وشوق کے ساتھ انہیں حاصل کرنے کی کوششیں کیں اور حاصل کئے یہ ظاہر ہے کہ سر مبارک کے موئے شریف کی تعداد دو چار دس بیس سو دو سو تو نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں ہوں گے اور وہ اس طرح محفوظ اور جانوں سے زیادہ عزیز رکھے گئے تو اب کثیر مقامات پر ایک ایک دو دو موئے شریف کا پایا جانا اور دنیا میں موجود ہونا کچھ بھی قابل تعجب نہیں۔

عمرو کا یہ قول کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک صحابۂ کرام بطور آثار رکھتے تو آج وہ موئے مبارک مکہ مبارک اور مدینہ میں موجود ہوتے حالانکہ وہاں ان موئے مبارک کا نام ونشان تک نہیں نہ ممالک اسلامیہ میں یہ آثار اس کثرت سے ہیں جیسا کہ بنگلور میں۔ پنجاب وسندھ کے پورے دو صوبوں میں صرف روڑھی (سندھ) میں ایک موئے مبارک پایا جاتا ہے۔ اور یو۔پی۔ سی۔پی۔ دہلی وغیرہ میں صرف ایک مقام یعنی دہلی کی جامع مسجد میں کچھ آثار موجود ہیں اور کہا جاتا ہے۔ کہ شاہان اسلام نے بصرف زر کثیر ان کو حاصل کیا تھا پھر بھی محققین علمائے اہل سنت وجماعت کو شبہ ہے بنگلور میں ان آثار کی بہتات اور کثرت ہی صاف شہادت دے رہی ہے۔ کہ یہ بال جھوٹے اور جعلی ہیں۔

یہ ہے وہابی صاحبوں کا علم وکمال اور یہ ہیں ان کے دلائل وبراہین انہیں قرآن کریم سے اور احادیث سے کیا واسطہ جو بات ہے۔ بے سند واقع کے خلاف یہ کہدینا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہوتے تو صحابۂ کرام بطور آثار رکھتے اس شرطیہ میں ملازمہ کیا ہے۔ اگر بطور آثار رکھنا موئے مبارک ہونے کو لازم ہے اور یہ لزوم شرعی ہے تو موئے مبارک کو بطور آثار رکھنا اور ان کی تعظیم وتبرک اور ان کی زیارت اور ان سے حصول برکت سب تسلیم ہو گئی جس کو اس عمرو کے ہم خیال مفتی آثار پرستی اور شرک تک بتا رہے ہیں۔

پھر رفع تالی کہاں کہ رفیع مقدم نتیجہ نکلے ابھی ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کر چکے ہیں انہوں نے موئے مبارک کی کس قدر عظمت کی کیسا احترام کیا کیسی وارفتگی و شیفتگی انہیں ان موئے اقدس کے ساتھ تھی کہ انکے حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بھی خطرے میں ڈالدی اور دوسروں کی جانوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد کہ فتوحات انہیں کی بدولت ہوتی ہے۔ اس کو وہابیہ گستاخ آثار پرستی کہیں گے۔ ایسے بے دینوں سے کوئی گستاخی بعید نہیں ہے مگر مومنین کے لئے صحابہ کے فعل حجت ہیں۔ عمرو جو یہ کہتا ہے کہ صحابہ بطور آثار رکھتے اس کی آنکھ میں بینائی ہو تو دیکھلے کہ کیسے جلیل القدر صحابی ہیں کس عظمت و احترام کے ساتھ رکھا وہ تو ایک ایک موئے مبارک پر جانیں فدا کرتے تھے وہابی کو تو اتنا بھی گوارا نہیں کہ مسلمان مجتمع ہو کر زیارت بھی کرلیں درود شریف بھی پڑھ لیں۔

دہلی کا غیر مقلد۔ لکھتا ہے حضرت خالد کے کامیاب ہونے کو آپ دلیل نہ بنائیں یہی حضرت خالد تھے جو فرمایا کرتے تھے کہ میرے جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہیں۔

یہ گستاخ غیر مقلد حضرت خالد کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے ارشاد کو جھٹلاتا ہے موئے مبارک کو فتح کا ذریعہ زید اپنے طرف سے نہیں تبلاتا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ سیاہ باطن ان کی مخالفت کرتا ہے۔ اور انہیں جھٹلاتا ہے۔ اور جو کہتا ہے باطل کہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ جب یہ موئے شریف میرے ساتھ ہوئے ضرور فتح ہوئی غیر مقلد بتائے اس کے خلاف کب ہوا اور اس کے پاس کونسی روایت پہنچی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب موئے مبارک ساتھ ہوتے ہوں جبھی زخم بھی لگتے ہوں ایسی روایت

کوئی نہیں اور اگر ہوتی بھی تو اس سے برکت و تاثیر موئے مبارک کے انکار پر کوئی سند نہیں ہو سکتی تھی یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ایمان انکی محبت رسول ان کی عقیدت صادقہ ہے کہ وہ موئے اقدس کو سبب فتح جانتے ہیں اور تمام عمر اس سے کامیابی حاصل کرتے ہیں اور یہ غیر مقلد کی سیہ دلی ہے کہ وہ موئے شریف کی برکت کا منکر ہے اب اس نے بہت گستاخیوں پر کمر باندھی ہے بہت دریدہ دہن ہے مسلمانوں کو ہندؤں سے بدتر مشرک بتاتا ہے۔ آثار کی تعظیم کو شرک وکفر کہتا ہے بہت سی روایتیں جھوٹی دل سے گڑھ کر لکھدی ہیں اصحاب رسول پر بہتان اٹھائے ہیں لکھتا ہے جس درخت تلے بیعت رضواں ہوئی تھی اس درخت کو حضرت عمر کٹوا دیتے ہیں جب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وہاں برکت حاصل کرنے کی غرض سے جانے لگتے ہیں۔

یہ غیر مقلد کا افترائے خبیث ہے عامل بالحدیث ہونے کا دعوی اور خلیفہ رسول پر بہتان۔ غیر مقلد اس کی سند تو پیش کرے ثابت تو کرے کہ جس درخت کے نیچے بیعت رضواں ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا۔

اور یہ کہ کٹوانے کا سبب لوگوں کا بقصد تبرک اس کی طرف جانا تھا جھوٹے پر خدا کی لعنت جھوٹ بھی ایسا جھوٹ جو خلیفہ ثانی پر اٹھایا گیا۔ یہ ہے ان کا علم یہ ہے ان کی حدیث دانی۔ یہ ہے ان کا عمل بالحدیث حدیث رسول سے تو واسطہ نہیں شیطانی افترار کو سند بتاتے ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں اور اسلام میں رخنے ڈالنے کے لئے آئے دن ابلیسی فتنے پیدا کیا کرتے ہیں ساری دنیا کے وہابی اور تمام

جہاں کے غیر مقلد اس جھوٹی روایت کا ثبوت تو دیں عمرو پر مکر کا ایک جھوٹ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں موئے مبارک کا نام و نشان تک نہیں۔

کیا عمرو نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اس کی جستجو کی نفی کس تحقیق کی بنا پر یہ دعویٰ کرتا ہے اور کیا سند ہے کہ اس کی یہ بات باور کی جاوے اور اگر مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں نہ بھی ہوں تو یہ اس کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے کہ کہیں بھی نہیں۔

سادات کرام کی تعداد حرمین طیبین میں بہت کم ہے اور تمام دنیا ان سے بھری ہوئی ہے۔ تو کیا عمرو تمام جہاں کے سیدوں کے نسب کا اپنے اس جاہلانہ استدلال سے انکار کر دے گا۔

جب اسلام جہاں میں پھیلا اور اندلس مصر۔ ترکی۔ ایران۔ افغانستان ہندوستان وغیرہ ممالک میں اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں علماء و سادات کی انہوں نے قدر کی یہ حضرات ان ممالک میں جا کر آباد ہوئے اسی طرح تبرکات و آثار کی اسلامی سلطنتیں تمنائیں کرتی تھیں کیا اتنا سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سلطنتوں کی خواہشوں اور کوششوں اور قدر دانیوں سے تبرکات ان ممالک میں بکثرت پہنچ سکتے ہیں۔

عمرو کا ایک جھوٹ یہ ہے کہ وہ ممالک اسلامیہ میں آثار کے بکثرت موجود ہونے کا منکر ہے۔ اور کہتا ہے کہ پنجاب اور سندھ کے پورے دو صوبوں میں صرف روڑھی (سندھ) میں ایک موئے مبارک بتایا جاتا ہے۔

ممالک اسلامیہ تو دور رہیں عمرو کا علم پنجاب اور سندھ کے متعلق یہ ہے کہ پورے دو صوبوں میں صرف ایک موئے مبارک بتایا جاتا ہے

جس نادان کو اپنے ملک کی بھی خبر نہ ہو وہ دوسرے ممالک کا کیا علم رکھتا ہے ذرا پنجاب کا دورہ کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ صوبہ میں کتنے تبرکات اور آثار شریف ہیں۔

شاہی مسجد لاہور میں جو شہرۂ عالم تبرکات ہیں جن کی زیارت ہمیشہ ہوا کرتی ہے اور دور دور کے مسلمان ان کی زیارت سے فیضیاب ہوتے ہیں ان کی بھی بیچارے عمرو کو خبر نہیں وہ اپنے عدم علم کو تبرکات نہ ہونے کی دلیل بناتا ہے۔ یہ سادہ لوحی بھی عجیب ہے عمرو نے دہلی کی جامع مسجد کے آثار کا اقرار کیا اور کہا کہ کہا جاتا ہے کہ شاہان اسلام نے بصرف زر کثیر ان کو حاصل کیا تھا۔ اتنا کہنے کے بعد عمرو کی رگ بیدینی پھڑکی اور آخر میں اس نے لکھدیا کہ محققین علمائے اہل سنت و جماعت کو ان میں بھی شبہ ہے اب عمرو بتائے وہ محققین علماء کون سے ہیں اور ان کا شبہ کس کس بناء پر ہے اور کہاں منقول ہے عمرو کی آخری دلیل یہ ہے کہ بنگلور میں ان بالوں کی بہتات اور کثرت ہی صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ بال جھوٹے اور جعلی ہیں عمرو کی یہ دلیل ادلہ شرعیہ میں کی کونسی دلیل ہے اور کثرت جعلی ہونے کی دلیل کسطرح ہوئی۔ اور ہم سیرۃ النبویہ سے نقل کر چکے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ کے بعد سر مبارک کا حلق کرایا۔ اصحاب کرام نے بڑی کوششوں سے موئے مبارک حاصل کیے۔ سر مبارک کے تمام موئے شریف کس قدر کثیر ہوں گے۔ لہذا کثرت کو جعلی ہونے کا شاہد بنانا بڑی جعلسازی ہے یہ قابل لحاظ ہے کہ آثار متبرکہ کی عظمت و حرمت اور ان سے استفاضہ و تبرک تو قرآن شریف و احادیث کریمہ و افعال و احوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے اور عمرو اور اس کے ہمنوا

شیطانی قیاسوں اور جھوٹی باتوں سے اسکا رد کر رہے ہیں نہ کوئی آیت ان کی تائید میں ہے نہ حدیث نہ صحابہ کے اقوال و افعال نہ ائمہ دین کے ارشاد دین میں اپنی رائے فاسد کو دخل دیکر جو چیز شرع میں ثابت اور قرآن و حدیث میں موجود اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول ہے اس کو بدعت و ناجائز بلکہ آثار پرستی تک کہہ رہے ہیں اور شرک تک بتا رہے ہیں اور حقیقت میں خود گرفتار بدعت ہیں ان کا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا اور اس کو دین قرار دینا اور قرآن و حدیث و عمل صحابہ کی مخالفت کرنا بدعت سیئہ اور بددینی ہے۔ پھر لطف یہ کہ وہابی آثار پرستی تو کہہ دیتا ہے۔ لیکن پرستش کے معنی سے بالکل ناواقف و ناآشنا ہے۔ یہ کسی خاص وہابی کے لئے نہیں کہا جاتا دنیا کا کوئی وہابی ہو کیا مجال کہ وہ شرک و بدعت اور پرستش و عبادت کے معنی بیان کر سکے۔ ہو کسی کی مجال تو عبادت و پرستش کے معنی بتائے اور تعظیم آثار شریفہ پر وہ کس طرح صادق آتے ہیں بیان کرے۔ اگر مطلق تعظیم کو عبادت و پرستش کہے تو پھر مخلوق میں وہ کسی کی تعظیم نہیں کر سکتا نہ باپ کی نہ استاد نہ حاکم کی نہ آقا کی نہ کسی دینی پیشوا کی اگر کسی کی بھی تعظیم کی تو شرک ہو جائیگا۔ اور اگر پرستش و عبادت کے معنی اس کے سوا اور کچھ ہیں تو وہ تعظیم آثار پر کسطرح صادق آتے ہیں تابوت سکینہ جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے اور ہم ابتدائے کلام میں اس کا بیان کر چکے ہیں۔ اس کی نسبت عمرو بیباک کہتا ہے کہ بیشک بنی اسرائیل میں آثار پرستی تھی اور اسی آثار پرستی کا نتیجہ ہے کہ بنی اسرائیل نے انبیاء اور اپنے سرداروں کی تصویریں اور بت تک بنوا دئیے اس لئے ان پر خدا کی لعنت اور غضب بھی ہے بدلگامی و بیدینی کی انتہا ہو گئی۔ بدنصیبوں کے یہ اعتقاد ہیں وہ تابوت سکینہ کو بت

پرستی اور بت پرستی کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔ یہ تابوت سکینہ انبیاء میں رہا
خداوند عالم نے اس کو ملک طالوت اور حضرت شمویل نبی علیہ السلام کے
صدق کی نشانی بنا کر بھیجا تو کیا بیدین وہابی آثار پرستی اور بت پرستی کرانے
کا الزام واتہام خدا اور اس کے انبیاء پر رکھتا ہے۔ یہ ہے وہابیت کی گمراہی
غرور کا ایک اور افتراء یہ ہے کہ ان آثار کو انہیں صحابہ کرام کی وصیت
کے مطابق انکے کفنوں سے باندھ کر ان کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔ یعنی
ہمیشہ یہی معمول تھا۔ یہ کذب محض وافتراء خالص ہے۔ حضرت خالد رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گزر چکی ان کے پاس موئے شریف تھے ان سی کفن
میں باندھنے کی روایت کسنے نقل کی ایسی بے بنیاد باتیں وہابیہ کے عقیدہ
کا مدار ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے موئے مبارک اور تراشہ ہائے ناخن تھے۔ جنہیں انہوں
نے بڑے اہتمام سے حاصل کیا تھا اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور
بعد موت کے بھی ان کا فراق گوارا نہ تھا قبر میں بھی ان سے برکت حاصل کرنی
کی تمنا تھی اس لئے انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان تبرکات میں سے
کچھ تو ان کے دہن مبارک میں اور کچھ آنکھوں پر رکھدیئے جائیں اور اسکو
وہ رحمت الٰہی سے فیضیاب ہونے کا وسیلہ سمجھتے تھے (ذکر السیوطی فی تاریخ
الخلفاء) کہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت جس سے ظاہر ہوتا ہے
کہ صحابہ کرام آثار مبارکہ وتبرکات عالیہ سے حیات وبعد حیات اس عالم اور
اس عالم دونوں جہان میں فیض حاصل کرنے کا کمال شوق رکھتے تھے۔
اور کہاں وہابیہ کا یہ بہتان کہ وہ اپنے کفن میں باندھ کر اپنے ساتھ دفن
کرنے کی وصیت کرتے تھے جس سے وہابی کی یہ مراد ظاہر ہے کہ وہ ان آثار

کو دفن کرا دیتے تھے تاکہ کوئی ان سے تبرک حاصل کرنے کا خیال نہ کرے معاذ اللہ
پھر وہابی نے اس بہتان کو تمام اصحاب تبرک کی طرف منسوب کیا یہ بہتان پر
بہتان ہے اور بد عا عمر و کا اس بہتان سے یہ ہے کہ صحابہ آثار مبارکہ سے
تبرک حاصل نہیں کرتے تھے۔ یہ مدعا باطل اور احادیث کے خلاف ہے
سیرۃ نبویہ کی عبارت میں گزر چکا فاتبد را لناس شعرہ اس سے صاف ظاہر
ہے کہ صحابہ کو آثار مبارکہ سے برکت حاصل کرنے کا کمال شوق تھا اور
موئے مبارک حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سعی و سابقت کی شفا
شریف کی عبارت میں لہٰذا اسلیہ کہتا کے الفاظ صراحۃً بتا رہے ہیں کہ حضرت
خالد رضی اللہ عنہ برکت حاصل کرنے کا اعتقاد رکھتے تھے اور ایسا کہ اس
کے لئے جان خطرہ میں ڈال دی۔ یہ تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے موئے مبارک ہیں جو کونین سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ جن مبارک
بالوں پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک ایک مرتبہ پھر گیا ہو۔
صحابۂ کرام عمر بھر ان کا ادب کرتے ہیں۔ شفا شریف میں ہے روی عن صفیۃ بنت نجدۃ
قالت کان لابی محذورۃ قصۃ فی مقدم راسہ اذا قعد ارسلہا اصابت الارض فقیل لہ الا تحلقہا
فقال لم اکن بالذی احلقہا وقد مسہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ
یعنی مروی ہے صفیہ بنت نجدہ سے جو حضرت ابو محذورہ قرشی صحابی موذن
رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے سر کے اگلی جانب جو پیشانی سے متصل تھی اس کے بال اس قدر لمبے
تھے کہ جب حضرت ابو محذورہ بیٹھ کر انہیں کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے
لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ان بالوں کو جدا نہیں کراتے فرمایا کہ میں ان
بالوں کو جدا کرنے والا نہیں کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

دست مبارک سے مس فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے دست مبارک سے چھو جانے کا صحابہ ایسا احترام کرتے ہیں
اور اس برکت کے حاصل کرنیکے لئے یہ احترام فرماتے ہیں اور ان بالوں کا
اس قدر بڑھا لینا اس تبرک کے باعث مکروہ بھی نہیں رہتا اگرچہ دوسرے
کے حق میں بعض کے نزدیک یہ مکروہ بھی ہو. علامہ احمد شہاب الدین خفاجی
علیہ الرحمہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں اس کے تحت فرماتے
ہیں فابقاھا تبرکا بما مسہ بیدہ وبھذا زالت الکراھۃ وان قیل بھا فی غیرہ
یہ ہیں آثار شریفہ کے آداب جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہیں۔
رزقنا اللہ تعالیٰ اتباعہم بخاری شریف میں ایک حدیث حضرت ابو جحیفہ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ خرج علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالھاجرۃ
فاتی بوضوء فتوضأ فجعل الناس یاخذون من فضل وضوئہ فیتمسحون بہ (بخاری شریف
جلد اول باب استعمال فضل وضوء الناس ص۳۱) یعنی حضور انور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم ہم نیاز مندوں کی جماعت میں جلوہ آرا ہوئے دوپہر کا وقت وضو
کے لئے پانی حاضر کیا گیا حضور نے وضو فرمایا تو اصحاب کرام آپ کے وضو
کا پانی لیکر اپنے چہروں پر ملنے لگے امام بخاری علیہ الرحمۃ کا عنوان باب
اس کا مقتضی ہے کہ اس آب وضو سے وہ پانی مراد ہو جو اعضائے شریفہ
پر گزر کر آیا چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ بدر الدین ابو محمد محمود
بن احمد عینی قدس سرہ فرماتے ہیں ھذا الحدیث یطابق الترجمۃ اذا کان المراد
من قولہ یاخذون من فضل وضوئہ ما سال من اعضاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(عینی جلد اول ص۸۳) اور اگر ترجمہ باب بخاری کا لحاظ نہ کیا جائے اور بعد وضو
برتن میں باقی بچا ہوا پانی مراد لیا جائے. تو مدعا اور بھی اتم طریق پر ثابت ہے

کہ جو پانی اعضائے مبارک سے مس بھی نہ ہوا صرف اتنی نسبت رکھتا ہے
کہ وقت وضو اس برتن میں تھا جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا
اس کی صحابہ کرام نے یہ عظمت کی تو ثابت ہوا کہ جو چیز آں سرور انور صلی اللہ علیہ
وسلم سے ادنیٰ نسبت بھی رکھے اس کا احترام اور اس سے برکت حاصل کرنا
اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول ہے جس کو حضور انور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں ادا کیا گیا اور حضور نے منع نہ فرمایا حضرت علامہ
بدرالدین ابو محمد محمود عینی قدس سرہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں فیہ الدلالۃ علی
جواز التبرک باثار الصالحین یعنی اس حدیث میں دلالت ہے آثار صالحین کے
ساتھ تبرک کے جواز پر۔ نیز اسی سلسلہ میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک
حدیث میں یہ روایت کی ہے وقال ابو موسی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فیہ
ماء فغسل یدیہ ووجھہ فیہ ومج فیہ ثم قال لھما اشربا منہ وافرغا علی وجوھکما ونحورکما
(بخاری شریف جلد اول ص۳۱) یعنی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قدح (ظرف) طلب فرمایا جس
میں پانی ہو پھر اس میں دست مبارک اور چہرۂ اقدس دھویا اور اس میں
کلی فرمائی پھر حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال سے فرمایا کہ اس میں سے پی لو
اور اپنے چہروں اور سینوں کو اس سے تر کرو اس سے ثابت ہوا کہ آثار مبارکہ
سے تبرک حاصل کرنے کا خاص حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
حکم فرمایا۔ اسی کے بعد بخاری شریف میں ایک اور حدیث ہے اس کے آخر میں
ہے واذا توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کادوا یقتتلون علی وضوئہ (بخاری شریف
جلد اول ص۳۱) یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو غسالہ شریفہ
حاصل کرنے کے لئے صحابہ کے ازدحام و شوق کا یہ عالم ہو جاتا تھا کہ گویا باہم

کٹ مریں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا غسالہ شریفہ صحابہ کرام کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز و محبوب تھا یہ ہے شان ایمان اور یہ ہے محبت کاملہ کی نشانی اس ذوق سے صاحب ایمان ہی خبردار ہیں اسی بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے۔ فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک وجہہ وجلدہ و اذا امرھم ابتدروا امرہ و اذا توضاء کادوا یقتتلون علی وضوئہ (بخاری شریف جلد اول ص ۳۷۹) یعنی اللہ عزوجل کی قسم تھنی پاک کی رطوبت جب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا فرمائی ضرور صحابہ میں سے کسی صاحب کے ہاتھ آئی اور انہوں نے برکت کے لئے اس کو اپنے چہرہ پر مل لیا اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی حکم فرمایا بسرعت تمام اس کی تعمیل کی اور جب حضور نے وضو فرمایا تو قریب تھا کہ وہ آپ کے آب وضو پر لڑ پڑتے یہ حال ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ایسی عظمت و محبت آثار مبارکہ کی انکے دلوں میں ہے اور یہ ہیں آثار ایمان کامل اصحاب کبار کے ان کے جذبۂ محبت و عقیدت کی تو یہ کیفیت ہے کہ وہ حضرات اپنے مکان میں نماز کے لئے کوئی جگہ معین کرنی چاہتے ہیں تو یہ بھی تمنا ہوتی ہے کہ اس جگہ پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اور اس مقام کو حضور کی تشریف فرمائی سے عزت و برکت حاصل ہوتی تو ہمیشہ کے لئے یہ مقام محترم ہو جاتا چنانچہ بخاری شریف میں محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عتبان بن مالک صحابی انصاری بدری نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں التجا کی اور یہ تمنا پیش کی وددت یا رسول اللہ انک تاتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہ مصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساافعل ان شاء اللہ تعالیٰ قال عتبان فغدا علی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر حین ارتفع النہار فاستاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذن
لہ فلم یجلس حین دخل البیت ثم قال این تحب ان اصلی من بیتک قال فاشرت لہ الی
ناحیۃ من البیت فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر فقمنا فصففنا فصلی رکعتین
ثم سلم (بخاری شریف جلد اول ص۶۰ باب المساجد فی البیوت) یعنی یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میری آرزو ہے کہ حضور نیازمند خانہ پر جلوہ فرما ہوتے اور میرے
مکان میں نماز ادا فرماتے تو میں اس مقام کو مقام نماز مقرر کرتا حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس التجا کو شرف قبول بخشا اور فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کیا جائے گا
عتبان کہتے ہیں پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ نوازی فرمائی اور
نیازمند خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ رکاب سعادت میں تھے آفتاب بلند ہو چکا تھا حضور نے مکان
میں تشریف فرما ہونے کے لئے استیذان فرمایا میں نے عرض کیا حضور نے مکان
میں داخل ہوتے ہی فرمایا تم اپنے مکان میں کس جگہ کو پسند کرتے ہو کہ ہم وہاں
نماز ادا فرمائیں میں نے ایک گوشہ مکان کا معین کیا حضور نے قیام فرمایا
تکبیر فرمائی ہم نے صف باندھی اور حضور نے دو رکعت نماز ادا کر کے سلام پھیرا
حضرت امام علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری
شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں وفیہ التبرک بالمواضع التی
صلی فیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم او وطئہا یعنی اس حدیث سے اس کی سند ملتی ہے
کہ جن مواضع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو یا قدم اقدس
سے جس زمین کو شرف پابوسی بخشا ہو وہ اس قابل ہے کہ اس سے برکت
حاصل کی جائے اور اسی میں ہے وفیہ اجتماع اہل المحلۃ علی الامام والعالم اذا ورد
منزل بعضہم لیستفیدوا منہ ویتبرکوا بہ (فتح الباری جلد اول ص۴۲۶) یعنی اس حدیث
میں اس کی بھی سند موجود ہے کہ امام و عالم اگر کسی کے مکان میں تشریف فرما

ہوں تو اہل محلہ کو استفادہ و طلب برکت لئے مجتمع ہونا جائز ہے۔ اسی اجتماع سے وہابیہ چڑتے ہیں اور اس کو نمائش کہتے ہیں اور ان کے اغلاط کی بنیاد ان کی بے علمی ہے حدیث کے علم سے بے بہرہ ہیں ورنہ جو امر اس قدر کثیر احادیث سے ثابت ہو صاحب علم کس طرح اس کا انکار کر سکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے عن اسماء بنت ابی بکر اعفا اخرجت جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی تستشفی بھا رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف ص۳۷۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک طیالسیہ کسروانیہ جبہ شریف نکالا جس میں گریبان کی جگہ ایک قطعہ دیبا لگا ہوا تھا اور دیبا ہی سے اس کے چاک بند کئے ہوئے تھے حضرت اسماء نے فرمایا کہ یہ حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جبہ شریف ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے لے لیا۔ حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کو پہنتے تھے ہم اس کو بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اور اس کی برکت سے شفا طلب کرتے ہیں۔

اس حدیث سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ کیساتھ برکت حاصل کرنیکا استحباب ثابت ہوا چنانچہ امام نووی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ وفی ھذا الحدیث دلیل علی استحباب التبرک باثار الصالحین وثیابھم (نووی شرح مسلم شریف جلد ثانی ص۱۹۱) یعنی اس حدیث میں صالحین کے آثار اور ان کے ملبوس کیساتھ برکت حاصل کرنیکے مستحب

ہونیکی دلیل ہے امام نودی علیہ الرحمہ نے تبرک کا استحباب عام قرار دیا اب وہابیہ
کا یہ حیلہ بھی باطل ہوا کہ حضور کے سوا اور کسی کے آثار کے ساتھ تبرک جائز نہیں
نیز یہ ثابت ہوا کہ اصحاب کرام آثار مبارکہ کو نہایت شوق کیساتھ حاصل کرتے
اور نہایت عظمت کے ساتھ رکھتے اور انکی زیارت کراتے اور انسے برکت
وحصول شفا کا اعتقاد رکھتے تھے اسی کو عمرو گستاخ آثار پرستی کہتا ہے۔ خدا سے
ڈرے اور جہل کی بے قیدیوں میں اس قدر بے باک نہ ہو اس حدیث کی شرح
میں حضرت سند المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں غرض
اسماء از آوردن ایں جامہ دنمودن آں بردم اظہار نعمت وبرکت وجود ایں
جامہ شریف بود نزدوی (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص۲۴۴)
اس سے وہابیہ کے اس حیلہ کا بھی قلع قمع ہو گیا کہ آثار کی زیارت کرانا جائز
نہیں جس کو ان شوخ چشموں نے نمائش اور میلوں اور ٹھیلوں کے کریہہ الفاظ
سے تعبیر کر کے اپنی گستاخی و بے ادبی کا اظہار کیا ہے حضرت شیخ قدس سرہٗ نے
صاف فرما دیا کہ حضرت اسماء ملبوس شریف کو لوگوں کے دکھانے اور زیارت کرانیکے
لئے برآمد کرتی تھیں۔ یہی حضرت شیخ اسی حدیث کے تحت میں ایک محل پہ ارشاد
فرماتے ہیں یا گویند نمودن وی جبہ را محض از برائے اظہار تبرک وتیمن بود۔
(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص۲۴۴) علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں امام بخاری ومسلم
کی حدیث نقل فرماتے ہیں عن ابی ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما
من ورق وکان فی یدہ ثم فی ید ابی بکر ثم فی ید عمر ثم کان فی ید عثمان حتی وقع فی بیر اریس
یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگشتری بنوائی وہ حضور کے
دست مبارک میں رہی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر وہ چاہ اریس میں گر گئی۔

حضرت ابوبکر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھ میں رہنے کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ان حضرات نے بہ نیت تبرک باثر شریف اسکو پہنا جیسا کہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے اس کی شرح میں فرمایا و معنی کونہ فی یدھم انھم کانوا یلبسونہ ففیہ کما قال النووی التبرک باثار الصالحین انکے ہاتھ میں ہونے کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ حضرات اس کو پہنتے تھے تو بقول نووی اس سے آثار صالحین کیساتھ تبرک کا ثبوت ملتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ وہ حضرات اسکو اپنے پاس رکھتے تھے کیونکہ کسی چیز کو اپنے قبضہ میں رکھنا بھی ہاتھ میں رکھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زرقانی میں ہے وقیل معنی فی ید تصرف فلا یلزم منہ لبسہ جب یہ انگشتر شریف کنوئیں میں گر گئی تو صحابہ کرام نے مع حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تین روز تلاش کی اور کنوئیں کا پانی کھینچ ڈالا اسکا یہی سبب تھا کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ میں تھی زرقانی میں ہے۔ انما بالغ فی التفتیش علیہ لکونہ اثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد لبسہ واستعملہ وختم بہ یعنی اس انگشتری کی تلاش میں اسقدر مبالغہ کرنیکا سبب یہ تھا کہ وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ میں سے تھی حضور نے اس کو پہنا تھا استعمال فرمایا تھا اس سے مہر فرمائی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے نزدیک آثار مبارکہ کی کیا قدر ہے اور وہ کس قدر اہتمام فرماتے ہیں اب یہ بھی دیکھئے کہ بزرگان دین کے اعتقاد کیا ہیں اور کس حد تک آثار شریفہ کی عظمت ان کے دلوں میں ہے زرقانی میں ہے۔

قال الحافظ و غیرہ کان ذلک فی السنۃ السابعۃ من خلافتہ و من یومئذ انتقض امر عثمان و خرج علیہ الخوارج و کان ذلک مبدا الفتنۃ التی افضت الی قتلہ و اتصلت الی اخر الزمان قال بعض العلماء فکان فی ھذا الخاتم النبوی من السر شئ مما کان فی خاتم سلیمان لانہ لما فقد خاتمہ ذھب ملکہ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۰)

اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت
کے ساتویں سال پیش آیا اور اسی روز سے امر خلافت خلل پذیر ہوا اور خوارج نے آپ
پر خروج کیا اور یہی اس فتنہ کی ابتدا تھی جسکا نتیجہ آپکی شہادت ہوئی اور وہ فتنہ آخر تک
قائم رہا بعض علماء نے فرمایا کہ اس انگشتری میں کوئی ایسا راز تھا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
کی انگشتری میں تھا کہ جب وہ گم ہوئی ملک جاتا رہا۔

آثار مبارکہ کے متعلق اسقدر روایات ہیں کہ ان سب کا اس مختصر کتاب میں جمع کرنا
ممکن نہیں اور بحمد اللہ جسقدر روایات تحریر کی گئیں وہ مخالفین کے شبہات کو نیست و نابود کرنے
کیلئے کافی ووافی ہیں یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار مبارکہ کا بیان تھا مقبولین بارگاہ
حق جنہیں اللہ تعالیٰ نے چشم بینا و دل دانا سے سرفراز فرمایا ہے حضور کے شہر پاک کا ایسا ادب کرتے
ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور تمام عمر یہ احتیاط رکھی کہ
حدود حرم مدینہ پاک میں قضائے حاجت کیلئے نہ بیٹھے ہمیشہ حرم سے باہر جاتے تھے سوا کے حالت
ضرورت مرض کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین
ص۶ میں تحریر فرماتے ہیں وایشاں را دریں امر نہایت احتیاط بود گویند کے در تمام عمر در حد حرم مدینہ
منورہ قضائے حاجت نہ کرد بیروں حرم میرفت مگر در حالت مرض وضرورت وہابی بیدین تو حضرت
امام مالک رضی اللہ عنہ کے اس ادب کو بدعت سیئہ کہہ سکتا ہے اور اپنی بیباکی سے انکی جناب مقدس
میں یہ کلمے زبان پر لا سکتا ہے کہ ایسا صحابہ سے ثابت نہیں یہ بدعت ہے یہ مدینہ پرستی ہے یہ شہر
پرستی ہے مگر مومنین صادق الایمان جانتے ہیں کہ یہ مقتضائے ایمان ہے اور اس سے یہ مسئلہ
معلوم ہوتا ہے کہ تعظیمی افعال کیلئے ضروری نہیں ہے کہ انکی ہیئات وخصوصیات منقول ہوں
بلکہ صاحب ادب کے دل میں جو بات اپنے جذبہ نیازمندی سے ادب کی معلوم ہو وہ ادب
ہے اور اسکی رعایت سبب سعادت اسی لئے تو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ
یہ احترام کیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت امام

کے محاسن وکمالات میں ذکر کیا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب اس سے بھی زیادہ ہیں انکا جذبہ اخلاص ونیازمندی اسکی بھی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ مدینہ پاک میں کسی جانور پر سوار بھی ہولیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی بستان المحدثین کے ص۷ میں فرماتے ہیں وگاہے در مدینہ سوار نمی شد ومی فرمود - انا استحیی من اللہ ان اطأ تربۃ بہا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحافر دابۃ تو جب ائمہ دین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک مدینہ طیبہ کا اور اس شہر مبارک کی خاک پاک کا اتنا ادب کرتے ہیں تو حضور کے ان آثار کا جو حضور کے جسم پاک سے علاقہ رکھنے والے ہیں کتنا ادب ہوگا مخالفین نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتوے سے بھی استناد کیا ہے میں انکو مولوی عبدالحی لکھنوی کے والد ماجد کے تحریر دکھادوں جو نور الایمان ص۱ میں تحریر فرماتے ہیں

وقد کان ابن عمر رضی اللہ عنہما یتحری الصلوۃ والنزول والمرور حیث صلی صلی اللہ علیہ وسلم ونزل ووضع ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فی موضع جلس فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ ثم مسح وجہہ بیدہ یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز کے اور سواری سے اترنے اور کسی رہ گزر میں چلنے کیلئے اس مقام کی جستجو فرماتے ہیں جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہو اور جہاں حضور نے نزول فرمایا ہو اور جس جگہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی اور جلوس فرمایا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنا دست مبارک اس جگہ رکھ کر بہ نیت حصول برکت وادب اپنے چہرہ پر پھیرتے۔

یہ عمل ہیں اصحاب رسول کے صلی اللہ علیہ وسلم وہابی بیدین اسی کو شرک اور پرستش بتاتے ہیں بدنصیبوں کو نظر نہیں آتا کہ شرک کے مٹانیوالے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب جنہیں حضور نے کالنجوم فرمایا اور جنکے اتباع کو ہدایت اور راہ یابی ارشاد کیا انکے افعال کریمہ یہ ہیں مسلمان انہیں کا اتباع کریں اور اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں کا اتباع نصیب فرمائے یہی مولانا عبدالحلیم صاحب نور الایمان کے اسی صفحہ میں فرماتے

ہیں ومن ذلک ما روی الترمذی عن کبیشۃ قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فشرب من فی قربۃ معلقۃ قائما فقمت الی فیہا نقطعتہ انتہی قال
المحدثون ان ھذا القطع للتبرک بہ لوصول فم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یعنی اس قبیل سے وہ حدیث ہے جو ترمذی نے کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
کی کہ حضور سید عالم میرے غربت کدہ پر جلوہ آرا ہوئے وہاں پانی بھری ہوئی ایک مشک لٹک
رہی تھی حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھکر اسکے دہانہ سے پانی نوش فرمایا میں نے اٹھکر
مشک کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا۔ محدثین نے فرمایا کہ حضرت کبشہ کا اس دہانہ کو کاٹنا تبرک کیلئے تھا کیونکہ اس سے
دہان مبارک حضرت سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مس فرمایا تھا۔ اسی میں ہے روی
البخاری عن ابن سیرین قال قلت لعبیدۃ عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس فقال لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الی
من الدنیا وما فیہا یعنی بخاری حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ
میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک
ہیں جو ہمکو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے متعلقین سے پہنچے ہیں حضرت عبیدہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس حضور کا ایک موئے شریف ہو تو مجھے تمام دنیا اور اسکے جملہ
سامان سے زیادہ پیارا ہے۔ دیکھئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آثار شریفہ کیسا تہ کیسے حب رکھتے
ہیں ایک موئے مبارک انکو تمام دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارا و محبوب ہے۔ اسی نور الایمان میں ہے
کان لام عمارۃ شعرات من شعورہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت تغسلھا ولیشربہا
المرضی فیحصل لھم الشفا یعنی حضرت ام عمارہ کے پاس حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے موئے مبارک تھے اور ام عمارہ انکو دھوکر غسالہ شریف بیمار و نکو پلاتی تھیں اس سے وہ تندرست
ہوجاتے تھے دیکھو موئے مبارک اور آثار شریفہ کیساتھ صحابہ کے یہ اعتقاد ہیں آثار پرستی تو اب وہابیے
دہابی آنکھیں کھولکر دیکھیں کتنے صحابہ کرام کسقدر تبرکات بہم پہنچاتے کس عقیدت سے رکھتے۔

نے کیسی برکتیں حاصل کرتے تھے۔ اسی نور الایمان میں ہے وكان عند عمر بن عبد العزيز اشياء
من متروكاته صلى الله عليه وسلم منها الخفان والقطيفة والكنانة وغيرها كان هو
يحافظها ويهتم بها وكان يزورها كل يوم مرة واذا جاء عنده واحد من الاشراف اذهب هنالك
ويقول هذا ميراث من اكرمكم الله واعزكم به كذا اورده الشيخ الدهلوي یعنی حضرت عمر بن
عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کئی تبرکات تھے
انہیں دو موزہ شریف ایک چادر مبارک ایک ترکش شریف تھا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ
تعالیٰ عنہ انکی محافظت فرماتے اور انکے لئے اہتمام کرتے اور ہر روز ان تبرکات عالیہ کی زیارت سے
سعادت اندوز ہوتے اور جب انکے پاس سادات میں سے کوئی صاحب تشریف لاتے انہیں وہاں
لیجاتے اور کہتے کہ یہ اس جناب پاک کی میراث ہے جنکی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں معزز و مشرف فرمایا
اس سے تبرکات کا بحفاظت رکھنا انکی زیارت کرنا اور دوسرونکو زیارت کرانا ثابت ہوا اسی کو بد عقیدہ
وہابی نمائش کہتا ہے۔ اسی نور الایمان میں ہے ومن ذلك لمس الحجر الذي في مكة في زقاق الحجر في
طريق بيت ام المؤمنين خديجة وهو مركب في جدار يزوره الناس ويتبركون بمسح
هذا الحجر وقال ابن الحجر المكي الهيتمي انه نقل متوارثا من اهل مكة ان هذا الحجر هو الحجر
الذي كان يسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل النبوة اقول ومكتوب فوق
هذا الحجر هذا البيان ؎ انا الحجر المسلم كل حين ـ على خير الورى فلي البشارة ولت
فضيلة من ذي المعالي خصصت بها ولي من جاره۔ وفي ذلك الزقاق في مقابلته
اثر المرفق الشريف۔ ويروى انه صلى الله عليه وسلم جاء زار سيدنا ابي بكر
ذات يوم واتكأ على هذا الحجر ونادى يا ابا بكر مرتين كذا في العقد الثمين في
فضائل البلد الامين یعنی اسی قبیل سے ہے اس سنگ مبارک کو مس کرنا جو مکہ مکرمہ کے کوچہ
زقاق الحجر میں حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولتخانہ کے راستہ میں ایک دیوار میں نصب
ہے خلق اسکی زیارت کرتی ہے اور لوگ اس حجر شریف پر ہاتھ پھیر کر برکت حاصل کرتے ہیں امام ابن

حجر کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ وہی پتھر ہے جو قبل نبوت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کیا کرتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس حجر شریف پر یہ دو شعر مکتوب ہیں جنکا مضمون یہ ہے کہ میں وہی ہوں جو ہمیشہ حضرت خیرالوری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کیا کرتا تھا تو میرے لئے بشارت ہے۔ میں نے صاحب معالی سے فضلیت پائی اور میں باوجود پتھر ہونیکے اس فضلیت سے ممتاز ہوا اور اسی کوچہ میں اسی حجر شریف کے سامنے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہنی شریف کا نشان ہے مروی ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکروز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور اس دیوار سے تکیہ لگاکر دومرتبہ یا ابابکر فرماکر پکارا اس سے معلوم ہوا کہ حجاز مقدس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ موجود ہیں اور وہابی کا یہ قول باطل ہے کہ وہاں آثار مبارکہ کا نام ونشان بھی نہیں نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ خلق ان آثار کی زیارت کرتی اور ان سے برکت حاصل کرتی ہے اور علماء دائمہ دین اسکو سند بناتے ہیں اس سے وہابی کے اس قول کا بطلان ظاہر ہے کہ آثار کی نمائش ناجائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی اثر کے ثبوت کیلئے اس قدر کافی ہے کہ مسلمانوں میں اسکی زیارت کا رواج رہا ہو امام ابن حجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو دلیل قرار دیا اسی نورالایمان صـ میں ہے

وجاء عن فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اقبر اخذت قبضۃ من تراب قبرہ الشریف وجعلتہ علی عینہا وبکت کذا فی الجوہر المنظم

یعنی منقول ہے کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبر انور میں جلوہ فرمانیکے بعد قبر مبارک سے ایک مشت خاک لیکر اپنی آنکھوں سے ملی اور گریہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبر شریف کی خاک سے تبرک حاصل کرنا بھی اکرام اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

سنت سے ان نادانوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے جو اس قدر کثیر روایات کے باوجود
تعظیم وزیارت وتبرک بآثار بزرگان دین خصوصاً آثار سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو آثار پرستی اور بدعت وشرک کہتے ہیں اس گمراہی میں ہیں اتنی سندیں ایسے
صاف صریح واضح کثیر موجود ہوتے ہوئے آثار مبارکہ کی تعظیم وتوقیر وزیارت تو بدعت
ہو جائے اور مبتدعین وہابیہ کے مدارس جلسہ ہائے امتحان ودستار بندی اور تعمیر دارالحدیث
اور مدرسین کو نوکر رکھنا نصاب مقرر کرنا تعطیل کرنا ایام کی تعیین جلسوں کے لئے اشتہار
سے دعوت جلسوں کی زیب وزینت کثیر روشنی اور اس میں اسراف اور ہجوم عوام اور
نمود نمائش کاغذ کی جھنڈیاں اور مجلس گاہ کو تماشہ گاہ بنانا جیسا کہ تمام وہابیہ کے مدارس
میں ہو رہا ہے یہ کچھ بدعت نہ ہوا دہلی کے غیر مقلد نے کہا کہ مدرسہ تو بدعت
نہیں صفہ شریف مدرسہ ہی تھا وہ بتائے تو کس حدیث میں ہے کہ وہ مدرسہ ہی تھا
اور وہاں کس کس کتاب کا درس ہوتا تھا کتنے مدرس ملازم تھے کیا کیا تنخواہیں مقرر
تھیں تعطیل کے کون کون ایام معین تھے۔ یہ کچھ نہیں تو تمہارے مدرسے تمہارے
قاعدہ سے بدعت سیئہ ہیں دستار وسند کے طریقے بھی بدعت ہیں جب دستار وسند
سے تم مفتی اور عالم بننے کے مدعی ہو وہ دستار بدعت وہ سند بدعت ہے۔ پھر ایسا
مولوی ہر چیز کو بدعت کہتے تو کیا تعجب ہے بدعت کے مدرسہ میں پڑھا بدعت کی سند
پائی بدعت کی دستار بندھی اب ہر چیز اس کو بدعت نہ معلوم ہو تو کیا معلوم ہو عوام
کو فریب دینے کیلئے وہابیہ نے ایک یہ بھی دھوکا دیا ہے کہ آثار شریفہ کی کوئی سند
موجود نہیں لہٰذا وہ جھوٹے ہیں جعلی ہیں اور اس پر حدیث من کذب علیّ متعمداً لکھ کر مسلمانوں
پر تبرا بکھا ہے اول تو یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان آثار کی سند نہیں جا بجا سندیں موجود ہیں
اور غیر مقلد کے پاس تو کسی چیز کی بھی سند نہیں اس سے اگر سند طلب کیجائے تو
اس کی عقل حیران ہو جائے وہ سند مانگنے کا کیا منہ رکھتا ہے جہال کو یہ معلوم نہیں

کہ ہر شے کے ثبوت کے طریقہ جدا جدا ہیں کہیں شہرت معتبر ہوتی ہے کہیں محض تسامع
کہیں نقل رواج کہیں خبر واحد کہیں شہادت عدلین کہیں چار عدل شہود کہیں
تواتر آثار کا ثبوت انہیں سے کس طریقہ سے ہوتا ہے اور اس کیلئے کیا ضروری ہے
قرآن کریم نے جا بجا پچھلی قوموں کے آثار سے درس عبرت فرمایا ہے اولم یسیروا فی الارض
فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم وغیر ذلک من الآیات ۔ کیا ان آثار کے ایسے
ثبوت وہابیہ کے پاس موجود ہیں جیسے کہ وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
آثار کیلئے طلب کرتے ہیں یا محض شہرت عوام کافی ہے، اور قرآن کریم نے اسی
کو معتبر رکھا ہے۔ تو پھر آثار بزرگان دین کیلئے اپنی طرف سے قیود بڑھانا کیوں بدعت
نہیں اگر وہابی پر ہر چیز کے ثبوت کیلئے ایسی ہی پابندی عائد کر دیجائے تو وہ بہت
پریشانی میں مبتلا ہو حیرت کی بات یہ ہے کہ آثار کے ثبوت کیلئے تو اسکو حدیث
کی جیسی سند چاہیے لیکن آثار کو جھوٹا جعلی نقلی بتانے کیلئے کسی ادنیٰ ثبوت کی بھی ضرورت
نہیں کسی جرأت کیا تھ من کذب علی متعمداً کو بے محل لکھدیا خدا کا خوف نہ رسول
کی شرم حدیث شریف کے اندر کیسا جعلی اور صریح لفظ موجود تھا متعمداً اسکو دیکھتے
ہوئے بھی موئے شریف اور تبرکات کی تعظیم کرنیوالوں کو اہل ایمان کو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی باادب امت کو مقبولان بارگاہ کو بزرگان دین کو سب کو
عمداً مفتری ٹھیرا دیا معاذ اللہ ناری قرار دیدیا کیا بغیر تحقیق کسی کو جھوٹا کہنا جائز ہے
یہ جرأت ہے اور اتباع سنت کے لمبے چوڑے دعوی حدیث میں تو ارشاد ظنوا بالمومنین
خیراً یعنی مومنین کے ساتھ نیک گمان کرو قرآن کریم میں حکم الٰہی یا ایہا الذین امنوا
اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک بعض
گناہ گمان ہوتے ہیں اس کی تفسیر میں امام محی السنۃ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم
بغدادی اپنی تفسیر لباب التاویل میں فرماتے ہیں ان نظن باھل الخیر سوءً نہی اللہ المومن ان یظن

بالخیر المومن شرًا یعنی نیکوں کیساتھ برا گمان کرنیسے بچو اللہ تعالیٰ نے مومن کو اپنے مومن بھائی کیساتھ بدگمانی کرنے سے منع فرمایا حدیث قرآن کا تو یہ حکم مگر اتباع سنت کے مدعی فقط گمان ہی نہیں اس کے جھوٹا ہونے پر جزم کرتے ہیں او رمن کل حب علی متمنا کے تحت میں داخل کرتے ہیں یہ تو خالی گمان ہے مومن کا تو شریعت نے یہاں تک احترام کیا ہے کہ اگر کوئی فاسق اسکے خلاف خبر بھی لے آئے تو وہ بھی بے تحقیق نہ مانی جائے قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہجاؤ وہابی کو نہ قرآن کی پرواہ نہ حدیث کی سب کے خلاف عمل اور پھر بھی متبع سنت ہونیکا دعویٰ۔ اُو! ظاہر کے آراستہ کرنیوالو باطن میں ایمان کا اثر ہونے دو دلوں کو ایمان برکات سے معمور کرو اتباع سنت کے جھوٹے دعوے کام نہ دیں گے خدا ورسول کے حکموں کے سامنے سر جھکاؤ مسلمانوں پر بدگمانی نہ کرو انہیں اپنے ضد و عناد سے جھوٹا نہ بتاؤ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو مسلمانوں کو اہل کتاب کی تکذیب سے بھی منع فرمایا محض اتنے احتمال پر کہ شاید وہ سچ کہتا ہو باوجودیکہ اہل کتاب کا صدق بہت ہی نادر الوجود ہے بخاری شریف کی حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم یعنی اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی تصدیق بھی نہ کرو اور انکی تکذیب بھی نہ کرو اس حدیث کے حاشیہ میں علامہ علی قاری کی مرقاۃ سے نقل کیا ہے لاحتمال ان یکون صدقا وان کان نادرًا لان الکذوب یصدق یعنی اہل کتاب کی تکذیب کی ممانعت اس احتمال کی بنا پر ہے کہ شاید انہوں نے سچ کہدیا ہو اگرچہ ان کا سچ بولنا بہت ہی نادر ہے مگر جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اتنے احتمال سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام

نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے جھٹلانے سے منع فرمادیا اور یہ مدعیان اتباع سنت ان تمام آیات و احادیث و احکام خدا اور رسول کے خلاف نیک مسلمانوں کو اور آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں جعلی و نقلی بتاتے ہیں خداوند عالم ان کے قلوب کی قساوت دور کرے ان آیات و احادیث نے بزرگوں کے آثار کو جو انکی طرف منسوب و مشہور ہیں نقلی جعلی جھوٹا کہنے کا تو رستہ ہی بند کر دیا ایسا تو وہی بیباک کہیگا جو قرآن و حدیث کی مخالفت کیلئے تیار ہو۔ اب رہی یہ بات کہ آثار کیلئے کس قسم کا ثبوت چاہیے جو وہ مانیں جائیں اس کے متعلق ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ابھی گزر چکا ہے جس میں انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے والے پتھر کی نسبت فرمایا کہ یہ اہل مکہ میں متوارثا منقول ہے کہ یہ وہی پتھر ہے جو سلام عرض کیا کرتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں کسی متبرک شے کا رائج ہونا اور قرناً بعد قرن اسکا بزرگوں کیطرف منسوب ہونا یعنی پچھلوں کا پہلوں سے سنتے آنا آثار کے ثبوت کیلئے کافی ہے شریعت میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ تعظیم و ادب کیلئے ظن بھی کافی ہو سکتا ہے۔ قاضی خاں وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انه طریق احدثوہ لایمشی فی ذلك یعنی اگر قبرستان میں رستہ فرمایا اور گمان ہوتا ہے کہ یہ نیا نکالا گیا ہے یعنی قبروں پر تو اس پر نہ چلے یعنی حرمت قبور کیلئے یہ ضروری نہیں کہ قبر کے وجود کا یقین ہو اور اس پر دلیل قطعی قائم ہو۔ بلکہ احترام قبر کیلئے فقط ظن ہی کافی ہے۔ حضرت امام اجل قاضی عیاض رضی اللہ عنہ شفا شریف میں فرماتے ہیں ومن اعظامه واکبارہ اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاھدہ وامکنته ومعاھدہ وما لمسه علیه السلام او عرف به یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور حضور کے اعظام و اکرام میں داخل ہے حضور کے تمام اسباب کی تعظیم اور حضور کے مشاہد و امکنہ و مشاہد و معاہد و ملموسات کی تعظیم و اکرام جو آپ کی طرف

منسوب ہوں اس سے معلوم ہوا کہ کسی شے کی عزت وعظمت کیلئے بزرگوں کیطرف منسوب ہونا کافی ہے۔ علامہ علی قاری نے شرح شفاء میں فرمایا ہے ان المراد جمیع ما ینسب الیہ ویعرف بہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیطرف منسوب ومعروف ہوں اب توتصریح ہوگئی کہ فقط منسوب ہونا تعظیم آثار کیلئے کافی ہے۔ مخالفین کے مسلم ومستند مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی اپنی کتاب نورالایمان میں علامہ علی قاری کی یہ عبارت نقل فرمانیکے بعد اوعرف بہ پر حاشیہ لکھتے ہیں ای ولوکان علی وجہ الاشتہار من غیر ثبوت اخبار فی اسنادہ کذا قال علی القاری[1] یعنی منسوبات ومعروفات کیلئے محض شہرت بغیر ثبوت خبر کافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نسبت سے ادب کیا جاتا ہے معظمین کی طرف منسوب ہونا اہل ادب کے احترام وتعظیم کیلئے کافی ہے۔ نورالایمان میں ہے وکان احمد بن فضلویہ یقول لاامس قوسا الا متطہرا انہ سمعت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ القوس بیدہ ومن ذلک انہ یستحب اتیان الابار والمساجد والمقامات المنسوبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی احمد بن فضلویہ فرماتے تھے۔ کہ میں کمان کو بے طہارت ہاتھ نہیں لگاتا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان دست مبارک میں لی ہے اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ جو کنوئیں اور مسجدیں اور مقامات حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہیں انکی زیارت کیلئے حاضر ہونا مستحب ہے ظاہر ہے کہ ہر کمان کو تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں نہ لی تھی مگر جسکو لیا تھا اسکے ساتھ اسمی مناسبت رکھنے کے باعث احمد بن فضلویہ مطلقا کمان کا یہ ادب فرمانے لگے کہ انہیں بے طہارت ہاتھ نہ لگائیں۔ اسی کو وہابی آثار پرستی کہتا ہے۔ ؎ بے ادب محروم ماند از فضل رب یہ مسئلہ تو فقہ ومناسک کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں کہ جو مقام حضور کی طرف منسوب ہیں انکی زیارت مستحب

[1] علامہ علی قاری کی یہ عبارت مسلک متقسطین ہے ۔

ہے۔ مگر وہابی کو تو مسائل کی خبر نہ کتابوں پر نظر اس کے علم کی نہایت تو یہ ہے
کہ ہر چیز کو بدعت کہدیا کرے اور تعظیم و ادب بزرگان دین سنے تو اسکو خاص
عداوت ہے مشرکین ہند کی تو وہابی غلامی کرتے پھرتے ہیں انکی تعظیم و تکریم کو تو
فرائض پر ترجیح دیتے ہیں مگر اولیاء و انبیاء کیساتھ عناد ہے مقبولان بارگاہ خدا
کی تعظیم شرک معلوم ہوتی ہے اور شرع مطہر کے احکام سے آنکھیں بند ہیں۔
نور الایمان میں ہے دفی مطالب المومنین ولاباس بتقبیل قبر والدیہ لما فی
کفایۃ الشعبی ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی
حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبل
رجل الام وجبھۃ الاب۔ وروی انہ قال یا رسول اللہ ان لم یکن لی ابوان فقال
قبل قبرھما قال فان لم اعرف قبرھما قال خط خطین وانو بان احدھما قبر الام والاخر
قبر الاب فقبلھما فلا تحنث فی یمینک کذا فی المغفرۃ للغفور فی زیارۃ القبور یعنی ایک شخص نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آستان جنت چومنے کی قسم کھائی تھی حضور نے ارشاد
فرمایا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی چومے مروی ہے کہ اس نے عرض کیا
اگر میرے ماں باپ نہ ہوں فرمایا ان دونوں کی قبر ونکو بوسہ دے عرض کیا اگر
قبریں معلوم نہ ہوں فرمایا کہ دو خط کھینچ اور نیت کر کہ ایک انمیں سے ماں کی قبر
ہے دوسری باپ کی ان دونوں کو بوسہ دے قسم اترجائیگی یہ روایت مخالفین
کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم
صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا بھی جائز
اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کرکے اس کا احترام کرنا بھی صاحب
قبر کا احترام ہے اور نعلین شریفین اور انکے نقشوں کی زیارت اور ان سے برکت

حاصل کرنا ہمیشہ سے مومنین صالحین کا معمول ہے اکابر علماء کرام نے اس میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ظاہر ہے کہ نقشہ نعل نعل تو نہیں ہے مگر اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک کی یاد ہو جاتی ہے۔ اہل ذوق ومحبت کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

علامہ علی قاری رحمہ الباری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں والحاصل ان کل ما یکون النظر الیہ یدل علی الحق ولیشیر الیہ فھو عبادۃ یعنی خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی طرف نظر کرنا حق کی طرف مائل کرے اور خدا کو یاد دلائے وہ عبادت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آثار شریفہ کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے اور محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا ان کی زیارت داخل عبادت ہوگی۔

اگرچہ اس بحث میں اور بھی بہت دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں مگر الحمد للہ جس قدر لکھا گیا عاقل منصف کی تسکین اور جاہل متعصف کی ذہن دوزی کے لئے کافی ہے۔

والحمد للہ اولاً وآخراً ظاہراً وباطناً وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسید رسلہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

رضا اکیڈمی بمبئی
۱۳۰ علی عمر اسٹریٹ
بمبئی ۳

# اسلام کے آغاز

# و

# انجام

مصنف

لسان العصر علامہ الحاج محمد عاشق الرحمٰن قادری

زیر طبع

ناشر

عطار پبلی کیشنز

۳۷، ڈی، لانڈھی نمبر ۱، کراچی